تھر تھرائے کانپ اٹھے باغیانِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

قہر بن کا ان پر چھایا اے امام احمد رضا (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

اے رضا ہم پر یہ تیرا احسان ہے
کہ بنا سُنیت کی تو پہچان ہے (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

عورت کو لِکھنا سکھانا حرام

یہ حکم تو اس لکھنے کا جو ہر طرح کی قباحت اور گمراہی سے پاک ہو ،

لیکن

سکول کالج کی تعلیم مستلزم کفر ہے

سیدی اعلیٰ حضرت مجدد اعظم امام احمد رضا خان رضی اللہ تعالیٰ عنہ

(ماخوذ فتاویٰ رضویہ شریف)

جلد ۲۳، صفحہ ۶۵۵ - ۶۸۴

مسئلہ ۳۰۹ : از مارہرہ ضلع ایٹہ سرکار کلاں مرسلہ حضرت شاہ سید مہدی حسن میاں صاحب ۳ ربیع الاول ۱۳۱۶ھ
عالی جناب مولٰینا صاحب زید مجدکم! اپنا شرعی خیال عورات کے لکھنے کی نسبت ظاہر فرمایئے یہاں عرصہ سے یہ امر معرض بحث میں ہے۔

الجواب : حضور، عورتوں کو لکھنا سکھانا شرعاً ممنوع وسنت نصارٰی وفتح باب ہزاران فتنہ اور مستان سرشار کے ہاتھ میں تلوار دینا ہے جس کے مفاسد شدیدہ پر تجارب حدیدہ شاہد عدل ہیں، متعدد حدیثیں اس کے ممانعت میں وارد ہیں جن کی بعض کی سند عندالتحقیق خود قوی ہے اور اصل متن حدیث کے معروف و محفوظ ہونے کا امام بیہقی نے اعادہ فرمایا اور پھر تعدّدِ طرق دوسری قوت ہے اور عمل امت وقبول علماء، تیسری قوت اور محل احتیاط وسدِّ فتنہ، چوتھی قوت تو حدیث لا اقل حسن ہے اور ممانعت میں اس کا نص صریح ہونا خود روشن ہے۔ بخلاف حدیث شفاء بنت عبداللہ رضی اللہ تعالٰی عنہما کہ حفصہ نے فرمایا کیا حفصہ کو غلّہ کا منتہ نہ سکھائے گی جیسے اسے لکھنا سکھایا، اجازت میں اصلاً کوئی حدیث صریح نہیں۔

احادیث ممانعت : یہ ہیں۔

حدیث اوّل: ابن حبان بطریق یحیٰی بن زکریا بن یزید دقاق، اور بیہقی شعب الایمان میں بطریق مطیر حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے راوی : قالا حدثنا محمد بن ابراھیم ابوعبداللہ الشامی حدثنا شعیب بن اسحٰق الدمشقی عن ھشام بن عروۃ عن ابیہ عن عائشۃ رضی اللہ تعالٰی عنھا قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لاتسکنوھن الغرف ولاتعلموھن الکتابۃ وعلموھن المغزل وسورۃ النورا۔

(دونوں (محدث ابن حبان اور امام بیہقی) نے فرمایا ہم سے محمد بن ابراہیم ابوعبداللہ شامی نے بیان کیا (انہوں نے کہا) ہم سے شعیب ابن اسحٰق دمشقی نے بیان کیا اس نے ہشام بن عروہ سے، اس نے اپنے باپ عروہ سے، اس نے ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ سے روایت فرمائی۔ت) یعنی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: عورتوں کو بالاخانوں پر نہ رکھو اور انہیں لکھنا نہ سکھاؤ اور کاتنا اور سورہ نور تعلیم کرو۔ (۱؎ اللآلی المصنوعۃ بحوالہ ابن حبان کتاب النکاح دارالمعرفۃ بیروت ۲/ ۱۶۸)

یہی حدیث حاکم نے صحیح مستدرک میں اسی طریق سے اور بیہقی نے شعب میں بطریق محمد بن محمد بن سلیمان روایت کی : قال حدثنا عبدالوھاب الضحاک ثنا شعیب بن اسحٰق الحدیث۲؎۔ سندا ومتنا۔

اس (محمد بن محمد بن سلیمان) نے کہا ہم سے عبدالوہاب ضحاک نے بیان کیا (اس نے کہا) ہم سے شعیب بن اسحٰق نے بیان کیا یعنی حدیث سند اور متن کے لحاظ سے بیان فرمائی۔(ت) (۲؎ المستدرک للحاکم کتاب التفسیر النہی عن تعلیم الکتابۃ للنساء دارالفکر بیروت ۲/ ۳۹۶)

حاکم نے کہا صحیح الاسناد ۳؎ اس حدیث کی سند صحیح ہے۔ (۳؎ المستدرک للحاکم کتاب التفسیر النہی عن تعلیم الکتابۃ للنساء دارالفکر بیروت ۲/ ۳۹۶)

اس پر حافظ ابن حجر نے اطراف میں کہا: بل عبدالوھاب متروک۱؎ اھ اقول: لان القول فیه ابن عدی فقال بعض حدیثه لایتابع علیه وھذا صادق علی کثیر من رجال الصحیحین۔ بلکہ عبدالوہاب (روای حدیث) متروک ہے اھ (یعنی محدثین نے اسے نظر انداز کیا ہے۔ مترجم) میں کہتا ہوں کہ محدث ابن عدی نے اس کے متعلق کمزور بات کی ہے کہ اس کی بعض حدیثوں کی متابعت نہیں کی جاتی، یہ قول تو بخاری ومسلم کے بہت سے رجال (رواۃ) پر بھی صادق آتا ہے۔ (ت)

(۱؎ اللآلی المصنوعۃ بحوالہ حافظ ابن حجر کتاب النکاح دارالمعرفۃ بیروت ۲/ ۱۶۸)

بیہقی نے بطریق اول روایت کرکے کہا ھذا بھذا الاسناد منکر۲؎ یہ حدیث اس سند سے منکر وغیر معروف ہے۔ (۲؎ اللآلی المصنوعۃ البیہقی فی شعب الایمان کتاب النکاح دارالمعرفۃ بیروت ۲/ ۱۶۸)

خاتم الحفاظ سیوطی نے لآلی میں فرمایا: افاد انه بغیر ھٰذا الاسناد لیس بمنکر۳؎۔ یعنی بیہقی نے افادہ کیا کہ حدیث اور سند سے منکر نہیں، معروف ومحفوظ ہے اقول: وستسمع انه بنفس السند غیرمنکر (میں کہتا ہوں عنقریب تو سن لے گا کہ حدیث نفس سند کے اعتبار سے منکر نہیں۔ ت) (۳؎ اللآلی المصنوعۃ البیہقی فی شعب الایمان کتاب النکاح دارالمعرفۃ بیروت ۲/ ۱۶۸)

حدیث دوم: امام ترمذی، محمد بن علی حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں: لاتسکنوا نساء کم الغرف ولاتعلمون الکتاب۴؎۔ اپنی عورتوں کو بالاخانوں پر نہ بساؤ اور انہیں لکھنانہ سکھاؤ۔ یہ حدیث امام ابن حجر مکی نے فتاوٰی حدیثیہ میں استناداً ذکر کی۔ (۴؎ نوادر الاصول للترمذی لاصل الخامس والعشرون والماتان فی النہی الخ دار صادر بیروت ص ۲۷۱۔۲۷۰)

حدیث سوم: ابن عدی کامل میں اور ابن حبان، سند معتمد حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی: قال حدثنا جعفر بن سھل ثنا جعفر بن نصر ثنا حفص بن غیاث عن لیث عن مجاھد عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنھما عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم لاتعلموا نسائکم الکتابة ولاتسکنوھن العلالی۔۱؎ (دونوں (یعنی ابن عدی اور ابن حبان) نے جعفر بن سہل سے (اس نے کہا) جعفر بن نصر نے ہم سے بیان کیا (اس نے کہا) حفص بن غیاث نے ہم سے بیان کیا اس نے لیث، اس نے مجاہد، اس نے عبداللہ ابن عباس سے اور انہوں نے حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے روایت فرمائی ہے۔ ت) یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اپنی عورتوں کو لکھنانہ سکھاؤ اور بالائی منزلوں پر نہ بساؤ۔ (۱؎ الکامل لابن عدی ترجمہ جعفر بن نصر دارالفکر بیروت ۳/ ۵۷۵) (اللآلی المصنوعۃ بحوالہ ابن حبان کتاب النکاح دارالمعرفۃ بیروت ۲/ ۱۶۸)

یہ حدیث بتخریج ابن عدی امام حافظ سیوطی نے الاجرالجزل فی الغزل میں ذکر کی: وقال ابن الجوزی لایصح، جعفر بن نصر حدث عن الثقات بالبواطیل۲؎۔ اھ وقال الحافظ ابن حجر فی الاطراف بعد ذکرالحدیث الاول وقدروی من طریق حفص القاری عن لیث عن مجاھد من ابن عباس رضی اللہ عنھما۳؎۔ اھ اقول: الظاھر ان ھذہ متابعة لحفص بن غیاث فان حفصا القاری امام القراءۃ حفص بن سلیمٰن ابی داؤد و ھذا مصرح به عند مخرجیه، حفص بن غیاث، وھو امام فی الحدیث ثقة فقیه من رجال الستة، حافظ ابن جوزی نے کہا حدیث مذکور صحیح نہیں اس لئے کہ جعفر بن نصر ثقہ راویوں سے باطل روایات نقل کرتا ہے اھ۔ حافظ ابن حجر نے

''الاطراف'' میں پہلی حدیث ذکر کرنے کے بعد فرمایا: حفص قاری، لیث، مجاہد اور ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما کے حوالے سے حدیث روایت کی گئی اھ۔ اقول (میں کہتا ہوں) ظاہر ہے کہ یہ حفص بن غیاث کی متابعت ہے کیونکہ حفص قاری، حفص بن سلیمان ابوداؤد قرأت کے امام ہیں، تخریج کرنے والوں کے نزدیک اس کی تصریح پائی گئی۔ حفص بن غیاث حدیث کے امام، ثقہ، فقیہ اور حدیث کی چھ کتابوں کے رواۃ میں سے ہیں۔ (۲ اللآلی المصنوعۃ بحوالہ ابن حبان کتاب النکاح دارالمعرفۃ بیروت ۲/ ۱۶۸)، (۳ اللآلی المصنوعۃ بحوالہ ابن حجر کتاب النکاح دارالمعرفۃ بیروت ۲/ ۱۶۸)

ولیث صدوق من رجال مسلم و الاربعة والبخاری فی التعلیقات، غیرانه اختلط بأٰخره لکن لم یسقط به حدیثه فقد قال الجمهور هو ممن یکتب حدیثه ذکره النووی ۱ ـ فی شرح صحیح مسلم، وقال مسلم فی مقدمة صحیحة اسم السترو الصدق و تعاطی العلم یشمله۲ ـ لیث صدوق (سچا) ہے مسلم اور چار دیگر کتابوں (ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ) کے رجال میں سے ہیں اور تعلیقات بخاری کے رواۃ میں سے ہیں البتہ زندگی کے آخری حصے میں انہیں اختلاط ہو گیا تھا لیکن اس وجہ سے ان کی حدیث ساقط نہیں قرار پائی۔ جمہور کا کہنا یہ ہے کہ یہ ان لوگوں میں شمار ہے جن کی حدیث کو لکھا جاتا ہے، امام نووی نے شرح صحیح مسلم میں یہ بیان فرمایا امام مسلم نے اپنی صحیح کے مقدمہ میں فرمایا: ستر، صدق اور اخذ علم کا نام اس کو شامل ہے۔ (۱ شرح صحیح مسلم للنووی مقدمۃ الکتاب قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۴)، (۲ صحیح مسلم مقدمۃ الکتاب قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۴)

وقد حسن له الترمذی حدیثه فی الحمام، ونقل عن البخاری انه صدوق وربمایهم فی الشیئ فاذا روی عنه حفص القاری خرج جعفر بن نصر، والصواب عندنا فی الامام الجلیل حفص القاری تشیّبه، فقد قال وکیع انه ثقة، و قال الذهبی، هو فی نفسه صادق، اختلف فیه عن احمد فروی حنبل بن اسحٰق عنه، مابه بأس، وروی عنه اخری متروک الحدیث هکذا روی ابن ابی حاتم عن عبدالله احمد عن ابیه وروی ابو علی بن الصواف عن عبدالله عن ابیه، صالح، ولیس فیه لامام معتمد جرح مفسر قادح یسقط حدیثه، وابن خراش لیس هناک، قال ابوزرعة کان رافضیا خرّج مثالب الشیخین اقول: قال عبدان، وحمل ابن خراش الی بندار عندنا عبدان وضع جزأین صنفهما فی مثالب الشیخین فاجازه بالفی درهم۱ـ، قال الذهبی هذا والله الشیخ المعثر الذی ضل سعیه فما انتفع بعلمه فلاعتب علی حمیرالرافضة، قال ابوبکر بن حمدان المروزی سمعت ابن خراش یقول شربت بولی فی هذاالشاند خمس مرات۲ـ اھ وکان جرئیا علی تکذیب الثقات، وهذا احمد بن الفرات الامام الحافظ الثقة الفقیه الحجة الذی اطبقوا علی توثیقه و لم یأت فیه عن احد من الائمة تلیین ولابعض تلیین ذکره ابن خراش فقال یکذب عمدا قال الذهبی علی ما فی تهذیب التهذیب أذی ابن خراش نفسه۱ـ، وقال فی المیزان بطل قول ابن خراش۲ـ، ولاغروقد اتهم مالک بن اوس الصحابی رضی الله تعالٰی عنه بالکذب بروایته حدیث ماترکناه صدقة، لاجرم ان ذکره الذهبی فی طبقات الحفاظ ثم اخذ یوجهه الٰی ان خاطبه بقوله انت زندیق معاند للحق فلارضی الله عنک، ثم قال مات ابن خراش الی غیر رحمة الله تعالٰی ۲۸۳ھ ۳ـ،

امام ترمذی نے ''حدیث حمام'' میں اس کی تحسین فرمائی، اور امام بخاری سے نقل کیا گیا کہ وہ صدوق ہے البتہ کبھی کبھار بعض چیزوں میں وہ وہم کا شکار ہو جاتا ہے جب اس سے حفص قاری نے روایت کیا تو جعفر بن نصر درمیان سے خارج ہو گیا، اور ہمارے نزدیک جلیل القدر امام حفص قاری کی توثیق صواب (درست) ہے۔ چنانچہ وکیع بن جراح نے فرمایا کہ وہ ثقہ ہے اور علامہ ذھبی نے فرمایا وہ فی نفسہٖ صادق ہے، امام احمد سے اس کے بارے میں اختلاف نقل کیا گیا ہے چنانچہ حنبل بن اسحٰق نے امام احمد سے یہ روایت کی کہ مابہٖ بأس یعنی اس میں کوئی حرج نہیں، اور ان سے دوسری روایت نقل کی گئی کہ وہ متروک الحدیث ہے، ابن ابی حاتم نے بواسطہ عبداللہ بن احمد اپنے والد کے حوالہ سے اسی طرح روایت کی۔ ابو علی بن صواف نے عبداللہ عن ابیہ کے حوالے سے روایت کی کہ وہ صالح ہے اس کے حق میں کسی مستند امام کی قادح، جرح نہیں جو اس کی حدیث کو ساقط کردے۔ رہا ابن خراش کا معاملہ تو وہ اس طرح کا نہیں چنانچہ ابوزرعہ نے فرمایا کہ وہ رافضی تھا، اس نے مطاعن وعیوب شیخین (حضرت صدیق اکبر وفاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہما) کی تخریج کی۔ اقول (میں کہتا ہوں) عبدان نے کہا ابن خراش بندار کے پاس ہمارے نزدیک دو ایسے اجزاء اٹھالائے جو کہ مطاعن شیخ میں اس نے تصنیف کئے اور دو ہزار درہم انعام پایا۔ علامہ ذہبی نے فرمایا خدا کی قسم یہ بوڑھا کذاب عیب لگانے والا ہے جس کی سعی فضول ولاحاصل کاموں میں ضائع ہوئی اس نے اپنے علم سے فائدہ نہ اٹھایا لہٰذا رافضی گدھوں پر کوئی عتاب نہیں۔ ابوبکر بن حمدان مروزی نے کہا میں نے ابن خراش کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ میں نے پانچ مرتبہ اس شان میں اپنا پیشاب پیا اھ وہ مستند ومعتمد راویوں کو جھٹلانے پر دلیر تھا۔ یہ احمد بن فرات امام، حافظ، ثقہ، فقیہ اور حجت تھا کہ جس کی توثیق پر ائمہ کرام کا اتفاق ہے۔ ائمہ میں سے کسی امام سے اس کی مکمل یا بعض نرمی (ڈھیلاپن) مروی نہیں لیکن ابن خراش نے اس کا ذکر کیا کہ وہ دانستہ جھوٹ بولتا تھا چنانچہ امام ذہبی نے تہذیب التہذیب میں فرمایا ابن خراش نے ان کو دکھ پہنچایا، اور المیزان میں فرمایا کہ ابن خراش کا قول باطل ہے۔ اور کوئی تعجب کی بات نہیں اس لئے کہ اس نے ماترکناہ صدقۃ کی حدیث روایت کرنے پر مالک بن اوس صحابی رسول پر کذاب ہونے کی تہمت لگائی ہے۔ بلاشبہ علامہ ذہبی نے اسے ''طبقات الحفاظ'' میں ذکر کیا ہے پھر رَد کرتے ہوئے اس قول سے مخاطب فرمایا کہ تو زندیق ہے یعنی بے دین ہے، حق سے عناد رکھنے والا ہے، اللہ تعالیٰ تجھ سے کبھی راضی نہ ہو۔ ابن خراش اللہ تعالیٰ کی رحمت سے محروم ۲۸۳ھ میں رحلت کر گیا۔ (۱و۲ میزان الاعتدال ترجمہ ۵۰۰۹ عبدالرحمٰن بن یوسف دارالمعرفۃ بیروت ۲/ ۶۰۰) ، (۱ تہذیب التہذیب ترجمہ ۱۱۷ احمد بن الفرات دائرۃ المعاف النظامیہ حیدرآباد دکن ۱/ ۶۷)، (۲ میزان الاعتدال ترجمہ احمد بن فرات ۵۱۴ دارالمعرفۃ بیروت ۱/ ۱۲۸)، (۳ تذکرۃ الحفاظ ترجمہ ابن خراش عبدالرحمٰن بن یوسف دائرۃ المعارف النعمانیہ حیدرآباد دکن ۲/ ۲۳۰)

اما الحدیث الاول ففیه شعیب ومن فوقه ائمة اجلاّء لایسأل عنهم وانما النظر فی محمد بن ابراهیم۔

اقول: ادخله ابونُعَیم فی حلیة الاولیاء وقد وصفه المزنی والذهبی والعسقلانی بالزاهد وهم یصفون به الاولیاء کما عرف من محاورتهم حتی اقتصر علیه الذهبی فی وصف سیّدالاقطاب الغوث الاعظم رضی الله تعالٰی عنه، فهذا توثیق له وای توثیق وماللولی والکذب حاشاهم ولیس فیه بعد ذٰلک جرح مفسر، حتی قول الدارقطنی کذاب، وتحامل القوم علی الصوفیة الکرام و الحنفیة العظام معروف، و قال الامام النووی فی التقریب لایقبل الجرح الا مبین السبب اھ۔

جہاں تک پہلی حدیث کا تعلق ہے تو اس میں شعیب اور اس سے اوپر جلیل القدر ائمہ ہیں جن کے متعلق کوئی شبہ یا اعتراض نہیں کیا جاسکتا۔ البتہ محمد بن ابراہیم کے بارے میں کچھ توقف پایا جاتا ہے۔ اقول (میں کہتا ہوں کہ محدث ابونعیم نے اسے حلیۃ الاولیاء میں شمار کیا ہے۔ مزنی، ذہبی اور عسقلانی نے لقب ''زاہد'' سے اس کی توصیف کی ہے جبکہ اس لفظ کو وہ اولیاء اللہ کی تعریف وتوصیف ہی کے لئے استعمال کرتے ہیں جیسا کہ ان کے محاوروں سے معلوم ہوتا ہے حتی کہ علامہ ذہبی نے سیدالاقطاب حضرت غوث الاعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق بھی یہی الفاظ استعمال کرنے پر اکتفا کیا ہے لہٰذا اس کی توثیق ہوئی پس اس سے بڑھ کر اور کون سی توثیق ہوسکتی ہے، ولی اور جھوٹ کا باہم کیا جوڑ اور رابطہ ہے اور اللہ تعالیٰ نے تو انہیں اس سے محفوظ رکھا اور اس کے بعد اس بارے میں کوئی مفصل جرح نہیں حتی کہ امام دارقطنی کا کذاب کہنا بھی اور صوفیائے کرام اور حنفیہ عظام پر لوگوں کا حملہ آور ہونا تو مشہور ومعروف ہے امام نووی نے التقریب میں فرمایا واضح سبب کے بغیر، جرح مقبول نہیں۔ (۱ تقریب النواوی مع تدریب الراوی النوع الثالث والعشرون قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۲۵۸)

قال الامام السیوطی فی التدریب لان الناس مختلفون فی اسباب الجرح فیطلق احدھم الجرح بناء علی ما اعتقدہ جرحا ولیس بجرح فی نفس الامر، قال ابن الصلاح وھذا ظاھر مقرر فی الفقہ واصولہ وذکر الخطیب انہ مذھب الائمۃ من حفاظ الحدیث کالشیخین وغیرھما ثم ذکر امثلتہ الی ان قال قال الصیرفی وکذا اذا قالوا فلان کذاب لابد من بیانہ لان الکذب یحتمل الغلط کقولہ کذب ابو محمد اھ وکتبت علیہ وکذلک قول ابن مسعود وحذیفۃ بن الیمان رضی اللہ تعالیٰ عنھما فی دوران السماء کذب کعب، وقد شبہ ھشام بن عروۃ ومالک واجلۃ علی محمد بن اسحٰق انہ کذاب، وحافوا علیہ ثم لم یذکروا امالا یثبت بہ کذب ولا المرام بہ اصلا، ویرد لابن اسحٰق الوثاقۃ لاجرم ان لم یعرج علیہ الحافظ فی التقریب۔ وانظر فی محمد بن ابراھیم علیٰ قولہ، منکر الحدیث وکذلک لم یزد البیھقی فی حدیثہ علی استنکارہ بھذا السند، امام سیوطی نے التدریب میں فرمایا لوگ اسباب جرح میں مختلف ہیں چنانچہ ایک شخص اپنے اعتقاد کے مطابق کسی شے پر جرح کا اطلاق کرتا ہے حالانکہ فی الواقع وہ جرح نہیں ہوتی۔ ابن الصلاح نے کہا کہ یہی فقہ اور اصول فقہ میں ظاہر ومقرر ہے، اور خطیب نے ذکر کیا ہے کہ یہی مذہب ائمہ حفاظ حدیث جیسے بخاری، مسلم اور ان کے علاوہ دیگر ائمہ کا ہے پھر اس کے بعد مثالیں ذکر فرمائیں یہاں تک کہ فرمایا امام صیرفی نے کہا۔ اس طرح جب محدثین کہیں کہ فلاں کذاب (فلاں جھوٹا ہے) تو اس کا بیان کرنا ضروری ہے کیونکہ کذب (جھوٹ) غلطی کا بھی احتمال رکھتا ہے (یعنی شاید اس کی مراد کذاب اور کذب سے غلطی ہو یعنی وہ بہت غلط گو ہے) جیسا کہ قائل کا کہنا کہ ابو محمد نے جھوٹ کہا اھ اور میں نے اس پر لکھا ہے یونہی ابن مسعود اور حذیفہ یمان رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا دورانِ آسمان کے متعلق کعب کے بارے میں فرمانا کذب کعب یعنی کعب نے غلط کہا اور یہ مطلب نہیں کہ اس نے جھوٹ کہا، چنانچہ ہشام بن عروہ، مالک اور دوسرے جلیل القدر لوگوں نے محمد بن اسحٰق کے کذاب ہونے پر شبہ کا اظہار فرمایا لیکن انہوں نے اس پر زیادتی کی۔ پھر انہوں نے ایسے امور ذکر کئے جن سے اس کا کذب ثابت نہیں ہوتا اور نہ اس سے کلیۃً مقصد حاصل ہوتا ہے۔ اور ابن اسحٰق کے لئے بلاشبہ توثیق وارد ہوئی ہے اگرچہ حافظ نے التقریب میں اس کی موافقت نہیں کی۔ اور محمد بن ابراہیم کے بارے میں توقف اس کے اس قول سے کہ وہ منکر الحدیث ہے اور اسی طرح امام بیہقی نے اس سند سے اس کی حدیث میں صرف استنکار کا اضافہ کیا ہے۔ (۱ تدریب الراوی شرح تقریب النواوی النوع الثالث والعشرون قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۵۹-۲۵۸)

اقول : والرجل اعنی محمد بن ابراهیم من المشائخین کما فی المیزان وغیرہ، الجمع السائح من شتّات العلوم مالیس عندالاٰخرین، ومن عادتھم استنکار مالایعرفون فیذکرون عندھم ان مدار حدیث علٰی فلان ثم سمعوامن یرویہ عن غیرہ انکروہ فاذا تکرر ذٰلک منہ قالوا مثل الحدیث و ربما تعدوا الٰی الحکم بالکذب وماھوا الا القضاء بالنفی علی الاثبات والصواب علیہ واللہ تعالٰی اعلم، لم یجتمع کل العلم فی احد بعد نبیہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وھذا جھل الحفظ البخاری ھووغیرہ من الحفاظ کان عندھم ان حدیث المؤمن یاکل فی معا واحدلم یروہ عن ابی اسامۃ غیر ابی کریب ورواہ الترمذی من اربعۃ فقال حدثنا بہ ابی کریب وابوھشام وابوالسائب وحسین بن الاسود عن ابی اسامۃ قال ثم سألتہ محمود ابن غیلان عنہ فقال ھذا احدیث ابی کریب فسألت البخاری فقال لم نعرفہ الا من حدیث ابی کریب فقلت حدیث ابی کریب، ومن قبل ھذا اتی الامام الثقۃ الواقدی فانہ روی حدیث ام المومنین ام سلمۃ رضی اللہ تعالٰی عنھا افعمیا وان انتما، عن معمر عن الزھری وماکان الحدیث عندھم الاعن یونس عن الزھری فقامت علیہ القیامۃ من کل جانب حتی قال ذٰلک الجبل الشامخ امام السنۃ احمد بن حنبل رضی اللہ تعالٰی عنہ، لم یزل یدافع اللہ الواقدی حتی روی عن معمر عن الزھری عن نبھان عن ام سلمۃ رضی اللہ تعالٰی عنھا افعمیاوان انتما، فجاء بشیئ لاحیلہ فیہ الحدیث حدیث یونس لم یروہ غیرہ ١ـ اھ وجعلہ ھوالمفسد لامرالواقدی وفعلہ داء لادوالہ ، ولما اراد علی بن المدینی ان یسمع من الواقدی کتب الیہ احمد کیف تستحل ان تکتب عن رجل روی عن معمر حدیث نبھان و ھذا حدیث یونس تفرد بہ١ـ اھ، مع ان الحدیث رواہ عن ابن شھاب ثلٰثۃ، یونس کما عرفوا ومعمر کما روی الواقدی وثالثھم عقیل قال احمد بن منصور الرمادی (وھو ثقۃ حافظ حجۃ) لما قدمت مصر حدثنا ابن ابی مریم ثقۃ ثبت فقیہ) انا نافع بن یزید (ثقۃ عابد) عن عقیل عن ابن شھاب فذکر حدیث بنھان قال فلما فرغ منہ ضحکت فقال لم تضحک فاخبرتہ بقصۃ علی واحمد، قال وقال ابن ابی مریم ان شیوخنا المصریین لھم عنایۃ بحدیث الزھری قال الرمادی وھذا الحدیث فیما ظُلِم فیہ الواقدی، بلی ذکر محمد بن ابراھیم، ابن حبان الذی قال فیہ الذھبی فی ترجمۃ عثمان الطرائفی اما ابن حبان فانہ یقعقع کعادتہ٢ـ۔

میں کہتاہوں محمد بن ابراہیم مشائخ میں سے ہے جیسا کہ المیزان وغیرہ میں ہے، وہ اس قدر جامع ہے کہ جو علوم دوسروں کے پاس نہیں وہ ان مختلف علوم میں سیاحت کرنے والا ہے اور ان کی عادت یہ ہے کہ جس چیز کو وہ نہ جانیں یا نہ پہچانیں تو اس کا انکار کردیتے ہیں۔ پھر وہ اپنے ہاں ذکر کرتے ہیں کہ حدیث کامدار ''فلاں'' پر ہے پھر جیسے ہی یہ سنیں کہ راوی کسی دوسرے سے روایت کررہاہے تو اس کاانکار کردیتے ہیں اور پھر جب اس سے یہ مکرر ہو تو کہتے ہیں مثل الحدیث (یعنی یہ اس حدیث کی مثل ہے) اور بعض اوقات جھوٹ اور قضا نفی علی الاثبات کی طرف تجاوز کرتے ہیں اور اللہ تعالٰی خوب جانتاہے کہ اس بارے میں ثواب یہ ہے کہ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلم کے بعد تمام علوم کسی ایک شخصیت میں جمع نہیں ہوسکتے یہی وہ بات ہے جس کو امام بخاری وغیرہ حفاظ حدیث نہیں سمجھ پائے، ان کے نزدیک یہ حدیث کہ ''مومن ایک آنت میں کھاتا ہے'' کو ابو کریب کے بغیر ابواسامہ سے کسی اور نے روایت نہیں کیا حالانکہ امام ترمذی نے اسے چار اشخاص سے روایت کیاہے چنانچہ امام ترمذی فرماتے

ہیں ہم سے ابو کریب، ابوہشام، ابوالسائب اور حسین ابن اسود سے ابواسامہ کے حوالے سے بیان کیا۔ ترمذی کہتے ہیں پھر میں نے اس کے متعلق محمود ابن غیلان سے پوچھا تو اس نے کہا یہ ابو کریب کی حدیث ہے پھر میں نے امام بخاری سے پوچھا تو انہوں نے کہا کہ ہم اس کو حدیث ابو کریب کے سوا نہیں پہچانتے۔ میں نے کہا حدیث ابو کریب؟ اور یونہی امام ثقہ واقدی پر یہی کچھ ہوا کیونکہ واقدی نے ام المومنین سیدہ ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کی ہے جس کے بعض الفاظ یہ ہیں: ''کیا تم دونوں اندھی ہو گئی ہو'' انہوں نے یہ حدیث معمر سے بواسطہ زہری روایت کی ہے جبکہ ان کے نزدیک یہ حدیث یونس سے بواسطہ زہری مروی ہے، پھر اس لئے اس (یعنی واقدی) پر ہر طرف سے قیامت قائم کی گئی یہاں تک کہ علم و عمل کے کوہِ گراں امام السنۃ احمد بن حنبل جیسی شخصیت نے فرمایا کہ ہمیشہ اللہ تعالیٰ واقدی کا دفاع کرتا رہا یہاں تک کہ اس نے معمر بواسطہ زھری اور نبہان کے حوالے سے سیدہ ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے یہ حدیث روایت کی کہ ''کیا تم دونوں اندھی ہو گئی ہو'' گویا وہ ایسی شے لایا جس کے حل کی کوئی تدبیر نہیں کیونکہ صرف یونس کی حدیث ہے اس کے سوا کسی اور نے روایت نہیں کی اھ پھر یہی چیز واقدی کے بگاڑ کا ذریعہ بن گئی۔ اور یہ بیماری ہے جس کے لئے کوئی دوا نہیں۔ جب علی بن مدینی نے واقدی سے کچھ سننے کا ارادہ کیا تو امام احمد نے انہیں لکھا کہ یہ کیسے جائز ہو سکتا ہے کہ آپ ایسے شخص سے حدیث لکھیں جو معمر سے ''حدیث نبہان'' روایت کرتا ہے حالانکہ یہ حدیث یونس ہے جس میں وہ متفرد ہے اھ حالانکہ اس حدیث کو ابن شہاب زہری سے تین افراد نے روایت کیا ہے (۱) یونس جیسا کہ معروف ہے (۲) معمر جیسا کہ واقدی نے روایت کی (۳) عقیل۔ چنانچہ احمد بن منصور رمادی نے کہا وہ یعنی عقیل ثقہ حافظ اور حجت ہے۔ جب میں مصر میں آیا تو ابن ابی مریم نے ہم سے بیان کیا (یہ ثقہ، ثبت اور فقیہ ہے) ہمیں نافع بن یزید نے بتایا (یہ بھی ثقہ اور عابد ہے) اس نے عقیل، اس نے ابن شہاب زہری کے حوالے سے روایت کی پھر اس نے حدیث نبہان بیان کی۔ راوی یعنی احمد منصور رمادی نے کہا جب وہ اس کے ذکر کرنے سے فارغ ہوا تو میں ہنس پڑا تو اس نے کہا ہنستے کیوں ہو؟ تو میں نے اسے علی بن مدینی اور امام احمد کا واقعہ بتایا تو ابن ابی مریم نے کہا ہمارے مصری شیوخ کے لئے حدیث زہری عنایت ہے، رمادی نے کہا اس حدیث میں واقدی پر ظلم کیا گیا، ہاں ابن حبان نے محمد بن ابراہیم کا ذکر کیا ہے ابن حبان وہی ہے جس کے بارے میں عثمان طرائفی کے ترجمہ میں علامہ ذہبی نے فرمایا لیکن ابن حبان تو وہ ویسے ہی کھٹ کھٹ کرتا ہے جیسا کہ اس کی عادت ہے۔ (۱)۔ (۲) میزان الاعتدال ترجمہ ۵۵۳۲ عثمان بن ابراہیم دار المعرفۃ ۳/ ۴۵)

والکلام فی الرجال لایجوز الا بعد تمام المعرفۃ وتام الورع، و قال فی ترجمۃ عبدالعزیز بما ابی و قال ابن حبان روی عن نافع عن ابن عمر نسخۃ موضوعۃ، ھکذا قال ابن حبان۱ بغیر بینۃ، و قال فی ترجمۃ محمد بن الفضل شیخ البخاری، ابن حبان الخساف المتھور۲ و قال فی ترجمۃ حجاج بن ارطاۃ کذا قال ابن حبان ھذا القول مجازفۃ۳ فھذا قال فیہ لاتحل الروایۃ عنہ الا باعتبار کان یضع الحدیث، اور اسماء الرجال میں کلام کرنا جائز نہیں سوائے اس شخص کے جو مکمل معرفت اور تام ورع رکھتا ہو عبدالعزیز بن ابی کے ترجمہ میں کہا ابن حبان نے کہا نافع سے بواسطہ ابن عمر ایک موضوع نسخہ روایت کیا گیا ہے، ابن حبان نے یہ بغیر دلیل کے بیان کر دیا۔ علامہ ذہبی نے محمد بن فضل شیخ بخاری کے ترجمہ میں کہا ابن حبان مشہور فضول گو ہے اور ذہبی نے حجاج بن ارطاۃ کے ترجمہ میں کہا یوں ابن حبان نے کہا، یہ قول تخمینی ہے۔ تو یہ ابن حبان، محمد بن ابراہیم کے متعلق کہتا ہے کہ اس سے روایت کرنا سوائے فہم و اعتبار کے حلال نہیں

کیونکہ وہ حدیثیں وضع کرتا ہے۔ (۱؎میزان الاعتدال ترجمۃ ۵۱۰۱ عبدالعزیز بن ابی دارالمعرفۃ بیروت ۲/ ۶۲۸)، (۲؎میزان الاعتدال ترجمۃ ۸۰۵۷ محمد بن الفضل شیخ البخاری دارالمعرفۃ بیروت ۴/ ۸)، (۳؎میزان الاعتدال ترجمۃ ۱۷۲۶ حجاج بن ارطاۃ دارالمعرفۃ بیروت ۱/ ۴۶۰)

اقول: مااظھر الاکرامۃ من اللہ تعالٰی لمحمد بن ابراھیم، حیث ناقض ابن حبان نفسہ فی نفس واح فجعلہ وضّاعا وجعلہ ممن یکتب حدیثہ و یعتبر بہ وسبحٰن اللہ من وضّاع یعتبر بحدیثہ وقدافحش القول ھکذا فی محمد بن علاقۃ فقال کان یروی الموضوعات عن الثقات لایحل ذکرہ الا علی جھۃ القدح فیہ فاولہ وان کان اھون مما قال فی محمد فاٰخرہ وھ الحکم اشد وقال وقال الحاکم یروی احادیچ موضوعۃ ذاھب الحدیث وقال الدار قطنی متروک وقال البخاری فی حدیثہ نظر وھو لایقول ھذاالافیمن یتھمہ غالبا، کما قال الازدی فی عبداللہ بن داوٗد التمار، وقال الازدی حدیثہ یدل علی کذبہ وکل ذلک لم یوثر فیہ، فاقتصر الحافظ فی التقریب علی قولہ صدوق یخطی وذٰلک لان ابن معین وثقہ فلیف توثر فی رجل معدود من اولیاء اللہ تعالٰی فالحدیث حسن ان شاء اللہ تعالٰی ھذاوجہ وانعم بہ من وجہ،

اقول: (میں کہتا ہوں) اس نے اس کا اظہار نہیں کیا مگر یہ کہ اللہ تعالٰی کی طرف سے محمد بن ابراہیم کی کرامت ہے کہ ابن حبان نے نفس واحد میں اپنے آپ سے مناقضہ اور مقابلہ کیا کہ اسے وضّاع (حدیثیں گھڑنے والا) بھی قرار دیا اور اسے ان لوگوں میں بھی شامل کیا کہ جن کی حدیثیں لکھی جاتی ہیں اور ان پر اعتماد کیا جاتا ہے۔ پاک ہے اللہ تعالٰی۔ کون ایسا وضّاع ہوگا جس کی حدیثوں پر اعتماد کیا جائے اور اسی طرح ابن حبان نے فحش گوئی سے کام لیا کہ محمد بن علاقہ کے بارے میں کہا کہ وہ مستند راویوں سے موضوعات روایت کرتا ہے لہٰذا بغیر جرح وقدح کے اس کا تذکرہ کرنا جائز نہیں۔ اس کا اول اگرچہ اس کے آخر سے آسان ہے جو کچھ اس نے "محمد" کے بارے میں کہا تاہم آخر جو کہ حکم ہے زیادہ سخت ہے۔ اس نے کہا حاکم نے کہا کہ وہ موضوع حدیثیں روایت کرتا ہے (ذاھب الحدیث) ہے امام دار قطنی نے کہا متروک ہے۔ امام بخاری نے کہا اس کی حدیث میں نظر ہے اور وہ یہ بات اسی کے متعلق کہتا ہے جو غالباً متہم ہو، جیسا کہ ازدی نے عبداللہ بن داوٗد تمار کے بارے میں کہا ہے ازدی نے کہا اس کی حدیث اس کے جھوٹ پر دلالت کرتی ہے اور ان تمام باتوں نے اس پر کوئی اثر نہیں کیا۔ لہٰذا حافظ نے التقریب میں اپنے اس قول "صدوق یخطی (سچا ہے، غلطی کرتا ہے) پر اکتفا کیا ہے کیونکہ ابن معین نے اس کی توثیق کی ہے پھر یہ باتیں کیسے اثرانداز ہوسکتی ہیں اس شخص پر جو اولیاء اللہ میں شمار ہوتا ہو لہٰذا حدیث انشاء اللہ حسن ہے اور یہ ایک وجہ ہے اور کتنی اچھی وجہ ہے۔

والثانی ان الحدیث جاء عن ثلٰثۃ من الصحابۃ رضی اللہ تعالٰی عنھم بطرق متنوعۃ فینجبر ضعف بعضھا ببعض اذلیس فیھا وضّاع ولاکذاب اعنی من تحقق فی ذٰلک، وقد بیّناہ فی کتابنا "منیرالعین فی حکم تقبیل الابھامین" من الفائدۃ ۱۲ الٰی فائدۃ ۱۴ وقال الامام الجلیل السیوطی فی التعقبات علی الموضوعات المتروک والمنکر اذا تعددت طرقہ ارتقی الی درجۃ الضعیف الغریب بل ربما یرتقی الی الحسن۱؎۔ اھ وقال المحقق علی الاطلاق فی فتح القدیر الضعیف یصیر حجۃ بذٰلک لان تعددہ قرینۃ علٰی ثبوتہ فی نفس الامر۲؎۔ اھ۔ دوسری بات حدیث تین صحابہ سے مختلف طریقوں سے مروی ہے (اللہ تعالٰی ان سب سے راضی ہو) لہٰذا بعض کا ضعف بعض سے دور ہو جاتا ہے کیونکہ اس میں وضّاع کوئی نہیں اور نہ ہی کذاب ہے اور ہم نے اس کو اپنی کتاب منیرالعین فی حکم تقبیل الابھامین انگوٹھے چومنے سے آنکھوں کا روشن ہوتا) کے فائدہ ۱۲ سے ۱۴ تک بیان کیا ہے چنانچہ جلیل القدر امام علامہ سیوطی نے التعقبات علی الموضوعات میں فرمایا حدیث متروک اور منکر اس صورت میں ضعیف اور

غریب کے درجہ تک پہنچ جاتی ہے جبکہ اس کے طرق یعنی سندیں متعدد ہوں، بلکہ بعض اوقات درجہ حسن تک اس کا ارتقاع ہو جاتا ہے یا ارتقاء ہو جاتا ہے اھ محقق علی الاطلاق کمال ابن ہمام نے فتح القدیر میں فرمایا حدیث ضعیف تعدّدِ طرق کی وجہ سے حجت ہو جاتی ہے کیونکہ اس کے طرق کا تعدّد اس کے نفس الامری ثبوت پر قرینہ ہے اھ۔ (۱؎ التعقبات علی الموضوعات باب المناقب المکتبۃ الاثریۃ سانگلہ ہل ص۵۷)، (۲؎ فتح القدیر کتاب الصلوٰۃ باب النوافل مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/ ۳۸۹)

والثالث درجت الامۃ المرحومۃ علی العمل بہ من لدن السلف وھلم جراوفی ھذا من تقویۃ الحدیث مافیہ کما بیّناہ فی الافادۃ فی "الھاد الکاف فی حکم الضعاف" وقال الامام خاتم الحفاظ فی التعقبات قدصرح غیر واحد بان من دلیل صحۃ الحدیث قول اھل العم بہ وان لم یکن لہ سندا یعتمد علی مثلہ۳؎ اھ۔ تیسری بات امت مرحومہ اس حدیث پر عمل کرنے میں شامل ہے اور یہ زمانہ سلف سے قرناً فقرناً ہمیشہ سے چلا آرہا ہے۔ اس میں حدیث کے اندر جو کچھ ہے اس کی تقویت ہے جیسا کہ ہم نے الھاد الکاف فی حکم الضعاف کے افادہ میں بیان کیا ہے، چنانچہ امام خاتم الحفاظ نے التعقبات میں فرمایا۔ بہت سے ائمہ نے تصریح فرمائی ہے کہ کسی حدیث کے صحیح ہونے کی یہ دلیل ہے کہ اہل علم اس کو نقل کریں اگرچہ اس کی کوئی ایسی سند نہ ہو جس کی مثل پر اعتماد کیا جائے اھ۔ (۳؎ التعقبات علی الموضوعات باب الصلوٰۃ المکتبۃ الاثریہ سانگلہ ہل ص ۱۲)

وستأتیک اقوال العلماء، وجہ اللکھنوی ان یستخرج نساء کاتبات فلم یأت فی ھذہ الالف وثلثمائۃ سنین، الاتسع نسوۃ، منھن السیدۃ اسماء بنت الفقیہ کمال الدین موسٰی بمدینۃ زبیہ فوفیت سنہ ۹۰۴ قال فی "النورالسافر فی اخبار القرن العاشر" کان لقولھا وقع فی القلوب وربما کتبت الشفاعات الی السطان والقاضی و الامیر فتقبل شفاعتھا۱؎ اھ ولیس فیہ مایغنی بمقصودہ فمثل الکتابۃ لایلزم ان تکون بید نفسھا، وقدوردفی الاحادیث کتب رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم الی الملوک وغیرھم، و قد شاع وذاع ان السلطان کتب لفلان کذا مع انہ لایعرف ان یضع سوادافی بیاض ومنھم من لم یعرف الا وضع اسمہ فی الامضاء ولم یذکر نص "نزھۃ الجلساء" فی ترجمۃ المستکفی باللہ، ومریم بنت ابی یعقوب انما قال ذکر الکتابۃ فی ترجمتھا فلعلہ ذکر کما فی اسماء الزبیدیۃ فلم تسلم لہ الاست ولوشاء ان یُحصی الکاتبین من الرجال فی قرن بل یوم واحد مااستطاع فھذا دلیل ای دلیل علی تحرز الامۃ من تعلیمھن الکتابۃ مع مافیھا من جلیل الانتفاع۔

عنقریب اقوالِ علماء تیرے ہاں پیش ہوں گے۔ لکھنوی نے اس کی وجہ یہ بیان کی ہے کہ لکھنے والی عورتوں کا استخراج کیا تو تیرہ سو سال کی مدت میں نو عورتیں بھی منظر عام پر نہ آئیں، ان میں سیّدہ اسماء دختر کمال الدین موسٰی مدینہ زبید میں ہوئیں ان کی وفات ۹۰۴ھ میں ہوئی۔ النور السافر فی اخبر القرن العاشر میں کہا گیا کہ لوگوں کے دلوں میں اس کے قول کی وقعت تھی بعض دفعہ وہ بادشاہ، امیر یا قاضی کے دربار میں کئی سفارشیں بصورت درخواست پیش کرتیں تو اس کی سفارشیں قبول کی جاتی تھیں اھ اس میں مقصود تک رسائی والی کوئی شے نہیں کیونکہ ضروری نہیں کہ کتابت انہی کے ہاتھ سے ہو اس لئے کہ بہت سی حدیثوں میں وارد ہوا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے بادشاہوں وغیرہ کو خطوط لکھے، اور مشہور ہے کہ بادشاہ نے فلاں کے لئے اس قدر انعام لکھ دیا جبکہ بادشاہ کچھ وہ ہیں جو لکھنا بالکل نہیں جانتے اور کچھ وہ جو صرف اپنا دستخط کر سکتے ہیں یعنی صرف اپنا نام لکھ

سکتے ہیں اور نزہۃ الجلساء کی تصریح مستکفی باللہ کے ترجمہ میں ذکر نہ کی، اور مریم بنت یعقوب، اس نے کہا اس کے ترجمہ میں کتابت ذکر کی گئی ہے، شاید اسی طرح مذکور ہو جیسا کہ اسماء زبیدیہ کے ترجمہ میں مذکور ہے پھر اس کے لئے صرف چھ عورتیں ہی بچیں۔ اور اگر وہ لکھنے والے مردوں کا ایک صدی بلکہ ایک دن کا شمار کرنا چاہے تو نہ کر سکے۔ اور یہ دلیل ہے اور مزید کونسی دلیل ہو اس پر کہ امت مسلمہ میں عورتوں کی تعلیم کتابت سے احتراز اور پرہیز کیا جاتا تھا باوجودیکہ تحرز میں بڑا فائدہ ہے۔ (۱النور السافر فی اخبار القرن العاشر)

والرابع ان الحدیث الضعیف یعمل بہ فی مقام الاحتیاط ویشھد لہ الحدیث الصحیح "کیف وقدقیل" وغیرذٰلک، مما بسطناہ فی رسالتنا "الھاد الکاف فی حکم الضعاف" وقال الامام الجلیل الجلال السیوطی فی "التدریب" یعمل بالضعیف ایضا فی الاحکام اذا کان فیہ احتیاط۱۔ اھ چوتھی بات حدیث ضعیف پر مقام احتیاط میں عمل کیا جاسکتا ہے جبکہ کوئی حدیث صحیح اس کی شہادت دے "کیسے، حالانکہ یہ بھی کہا گیا" اور اس کے علاوہ بھی متعدد باتیں کہی گئیں جن کو ہم اپنے رسالہ "الہاد الکاف فی حکم الضعاف" میں کھول کر شرح وبسط سے بیان کیا ہے امام جلیل القدر جلال الدین سیوطی نے التدریب میں فرمایا حدیث ضعیف پر احکام میں بھی عمل کیا جاسکتا ہے جبکہ اس میں احتیاط ہو اھ۔ (۱تدریب الراوی شرح تقریب النووی النوع الثالث والعشرون الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۲۵۳)

فی اذکار الامام النووی و فتح المغیث وسیم الریاض، الاحکام لایعمل فیھا الابالحدیث الصحیح و الحسن الا ان یکون فی احتیاط فی شیئ من ذٰلک ۲۔ اھ باختصار، وقال العلامۃ ابراھیم الحلبی فی الغنیہ، الوصل بین الاذان والاقامۃ یکرہ فی کل الصلوات لماروی الترمذی عن جابررضی اللہ تعالٰی عنہ وھووان کان ضعیفا لکن یجوزالعمل بہ فی مثل ھذا الحکم۱۔ اھ مختصرا، امام نووی کی الاذکار اور فتح المغیث اور نسیم الریاض میں ہے کہ احکام میں حدیث صحیح او حسن کے بغیر عمل نہیں کیا جاسکتا الّا یہ کہ اس کے عمل کے سلسلہ میں مقام احتیاط ملحوظ ہو، اھ باختصار، چنانچہ علامہ ابراہیم حلبی نے الغنیہ میں فرمایا ہر نماز میں اذان اور اقامت کے درمیان وصل مکروہ ہے، اس کی وجہ جامع ترمذی کی وہ حدیث ہے جو حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اگرچہ وہ حدیث ضعیف ہے تاہم اس قسم کے حکم میں اس پر عمل کرنا جائز ہے اھ مختصراً۔ (۲الاذکار للنووی فصل فی الامر الخ دار الکتاب العربی بیروت ص۷، ۸)، (۱غنیہ المستملی شرح منیۃ المصلی فصل فی سنن الصلوٰۃ سہیل اکیڈمی لاہور ص۷۷۔۳۷۶)

وقداخرج ابوالفرج فی الموضوعات حدیثا من ولدلہ ثلٰثۃ اولاد فلم یسم احدھم محمدا فقد جھل، بطریق اللیث عن مجاھد عن ابن عباس قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ۲۔، وعللہ بان لیث ترکہ احمد وغیرہ فتعقبہ خاتم الحفاظ فی اللاٰلی بان الحارث رواہ عن النضر بن شنقی مرسلا والنضر قال ابن القطان، مجھول قال وھذا المرسل یعضد حدیث ابن عباس ویدخلہ فی قسم المقبول۳۔ اھ ولہ نظائر جمۃ اوردنا جملۃ منھا فی "الھاد الکاف" ۔ابوالفرج نے الموضوعات میں یہ حدیث تخریج کی، جس کسی کے ہاں تین بچے پیدا ہوئے پھر اس نے ان میں سے کسی کا نام محمد نہ رکھا تو اس نے جہالت کی۔ یہ حدیث بواسطہ لیث، مجاہد اور حضرت ابن عباس سے مروی ہے انہوں نے فرمایا حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، اس

نے حدیث مذکور میں تعلیل ذکر کی (یعنی اسے معلل قرار دیا) کہ لیث کو امام احمد وغیرہ نے چھوڑ دیا ہے اور خاتم الحفاظ نے اللآلی میں اس کا تعاقب کیا ہے کہ حارث نے اس کو نضر بن شفقی سے مرسل (یعنی بلا قید سند) روایت کیا ہے، اور ابن قطان نے کہا کہ نضر مجہول ہے۔ امام سیوطی نے فرمایا یہ مرسل، حدیث ابن عباس کو تقویت پہنچاتی ہے اور اسے قسم مقبول میں داخل کرتی ہے اھ اس کے لئے بہت سے نظائر ہیں ان سب کو ہم "الھاد الکاف" میں لائے ہیں۔ (۲؎ الموضوعات لابن الجوزی کتاب المبتداء باب التسمیۃ لمحمد دارالفکر بیروت ۱/ ۱۵۴) (۳؎ اللآلی المصنوعۃ فی الاحادیث الموضوعۃ کتاب المبتداء دارالمعرفۃ بیروت ۱/ ۱۰۲)

اما حدیث الشفاء بنت عبداللہ رضی اللہ تعالٰی عنہا قالت دخل علیّ النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وانا عند حفصۃ فقال لی الا تعلیمین ھذہ رقیۃ النملۃ کما علمتیھا الکتابۃ رواہ ابوداؤد؎۱ فقال (حدثنا ابراھیم بن مھدی المصیصی) وثقہ ابوحاتم وقال العقیلی حدث بمناکیر واسند عن یحیٰی بن معین قال ابراھیم بن مھدی جاء بمناکیز قال فی التقریب مقبول وھی درجۃ قاصرۃ عمن یقال فیہ صدوق سیئ الحفظ اویھم اویخطی اوتغیر بآخرہ (ناعلی بن مسھر) ثقۃ لہ غرائب بعد ماا ضر (عن عبدالعزیز بن عمر بن عبدالعزیز) صدوق یخطی ضعفہ ابومسھر وحدہ (عن صالح بن کیسان) ثقۃ ثت فقیہ (عن ابی بکر بن سلیمٰن بن ابی حثمۃ ثقۃ (عن الشفاء) رضی اللہ تعالٰی عنہا فالحدیث لاینزل عن الصالح وھو قضیۃ سکوت فھذا قدیقال انہ یفھم من ظاھرہ الجواز لکنارأینا العلماء لایمشون علیہ، فمنھم من یقول انما ھو تعریض من النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بحفصۃ قررہ الذکی المغربی واستحسنہ الحافظ ابوموسٰی جدا وقال التاویل ماذھب الیہ الامام التورپشتی الحنفی فی شرح المصابیح ونقلہ عنہ العلامۃ الطیبی الشافعی فی شرح المشکوٰۃ مقرا علیہ وعنہ الفتی فی مجمع البحار ونقل مثلہ الامام السیوطی فی مرقاۃ الصعود عن النھایۃ مقتصرا علیہ،

رہی حدیث شفاء دختر عبداللہ رضی اللہ تعالٰی عنہا، اس نے کہا میرے پاس حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم تشریف لائے جبکہ میں سیّدہ حفصہ رضی اللہ تعالٰی عنہا بیٹھی ہوئی تھی آپ نے مجھ سے فرمایا کیا تو اسے لکھنا سکھانے کی طرح پھنسی کا دم نہیں سکھاتی۔ امام ابوداؤد نے اس کو روایت کیا ہے، چنانچہ انہوں نے فرمایا ہم سے ابراہیم بن مہدی مصیصی نے بیان کیا، ابوحاتم نے اس کی توثیق کی۔ عقیلی نے کہا یہ منکر روایات بیان کرتا ہے اور یحیٰی بن معین سے سند لایا اس نے کہا ابراہیم بن مہدی منکر حدیثیں لایا۔ تقریب میں کہا گیا وہ مقبول ہے اور یہ کم درجہ ہے اس سے کہ جس کے بارے میں کہا جائے صدوق سیئ الحفظ الخ یعنی وہ سچا ہے البتہ اس کا حافظہ خراب ہے یا وہم کرتا ہے یا غلطیاں کرتا ہے یا آخر عمر میں اس میں تبدیلی آگئی تھی۔ ہم سے علی بن مسہر نے بیان کیا کہ وہ ثقہ ہے البتہ اس کے لئے کچھ غرائب ہیں اس کے بعد کہ وہ نابینا ہوگیا تھا اس نے عبدالعزیز بن عمر بن عبدالعزیز سے روایت کی، وہ سچا ہے البتہ غلطی کرجاتا ہے صرف ابومسہر نے اسے ضعیف قرار دیا ہے، اس نے صالح بن کیسان سے روایت کی وہ ثقہ ثبت اور فقیہ ہے اس نے ابوبکر بن سلیمان بن ابی حثمہ سے روایت کی۔ وہ ثقہ ہے اس نے سیدہ شفاء رضی اللہ تعالٰی عنہا سے روایت کی۔ پس حدیث صالح سے نیچے نہیں اترتی اور وہ قضیہ سکوت ہے کبھی کہا جاتا ہے کہ اس سے بظاہر جواز سمجھا جاتا ہے لیکن ہم نے علماء کرام کو دیکھا کہ وہ اس روش پر نہیں چلتے لہٰذا ان میں سے بعض کہتے ہیں کہ یہ حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے سیدہ حفصہ پر تعریض ہے، چنانچہ ذکی مغربی نے اس کو برقرار رکھا ہے اور حافظ ابوموسٰی نے یقینا اس کو مستحسن سمجھا اور کہا کہ اس کی

تاویل وہ ہے جس کی طرف امام تورپشتی حنفی شرح مصابیح میں گئے ہیں اور اس کو ان سے علامہ طیّبی شافعی نے شرح مشکوٰۃ میں نقل کرکے ثابت رکھاہے اور ان سے فتنی نے مجمع البحار میں نقل کیاہے اور امام سیوطی نے اسی کی مثل ''مرقاۃ الصعود'' میں نہایہ سے نقل کرکے اسی پر اکتفا کیا ہے۔ (۱ سنن ابی داؤد کتاب الطب باب فی الرقٰی آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۱۸۶)

قال الطیبی ویحتمل الحدیث وجہین آخرین احدھما التحضیض علی تعلیم الرقیۃ وانکار الکتابۃ ای ھلا علمتھا ماینفعھا من الاجتناب عن عصیان الزوج کما علمتھا مایضرھا من الکتابۃ وثانیھما ان یتوجہ الانکار الی الجملتین جمیعا والمراد بالنملۃ المتعارف بینھم لانھا منافیۃ لحال المتوکلین۱۔ اھ وتارۃ یقولون لعل ھذا قبل النھی، ذکرہ الشیخ المحقق فی الاشعۃ واخری خصت بہ حفصۃ رضی اللہ تعالٰی عنھا لان نسائہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم خصصن باشیاء قال اللہ تعالٰی ینساء النبی لستن کاحد من النساء۱۔ وخبر لایعلمن الکتابۃ، یحمل علی عامۃ النساء خوف الافتتان علیھن نقل القاری فی المرقاۃ عن بعضھم وکذا الشیخ المحقق واقر علیہ و قال القاری یحتمل ان یکون جائزاللسلف دون الخلف لفساد النسوان فی ھذا الزمان۲۔ اھ فدلت کلماتھم ھذہ علی انھم یکرھون الکتابۃ لھن،

علامہ طیّبی نے فرمایا حدیث مذکور دو اور وجوہات کا احتمال رکھتی ہے ان میں سے ایک رقیہ (دم کرنا) پر ابھارنا اور اکسانا ہے جبکہ تعلیم کتابت کا انکار کرنا ہے یعنی کیوں نہ تونے اسے وہ چیز سکھائی جو اسے فائدہ دیتی کہ وہ شوہر کی نافرمانی سے بچنے کا ذریعہ ہے، اور کتابت کیوں سکھائی جو موجب دکھ اور ضرر۔ (دوسری وجہ) یہ ہے کہ انکار دونوں جملوں کی طرف متوجہ ہے اور اس سے مراد وہ ہے جو ان کے درمیان متعارف ہے کیونکہ رقیہ وغیرہ توکل کرنے والوں کے حال کے منافی ہے اھ کبھی یہ کہتے ہیں کہ شاید (یہ اجازت) نہی سے پہلے ہو۔ چنانچہ شیخ محقق نے اشعۃ اللمعات میں اس کا ذکر فرمایا، اور کبھی کہتے ہیں کہ (یہ اجازت) سیدہ حفصہ رضی اللہ تعالٰی عنہا کی خصوصیت ہے اور یہ ان کے ساتھ مختص ہے کیونکہ حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی ازواج مطہرات بعض اشیاء سے مخصوص ہیں، چنانچہ اللہ تعالٰی کا ارشاد ہے: ''اے نبی مکرم کی بیبیو! تم عام عورتوں کی طرح نہیں ہو''۔ اور حدیث کہ ''عورتوں کو لکھنا نہ سکھاؤ'' عام عورتوں پر محمول ہوگی ان کے حق میں فتنہ کے اندیشہ سے۔ اس کو ملا علی قاری نے مرقاۃ میں بعض سے نقل کیاہے اور اسی طرح شیخ محقق نے اس کو برقرار رکھاہے۔ ملا علی قاری نے کہا کہ یہ بھی احتمال ہے کہ سلف کیلئے جائز ہو لیکن پچھلے لوگوں کے لئے جائز نہ ہو اس لئے کہ اس زمانے میں عورتوں میں فساد پایا جاتا ہے اھ پھر ان کے یہ کلمات اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ وہ عورتوں کے لئے کتابت (یعنی لکھائی کا عمل) مکروہ سمجھتے ہیں۔ (۱ شرح الطیبی علی مشکوٰۃ المصابیح کتاب الطب والرقی الفصل الثانی ادارۃ القرآن کراچی ۸/ ۳۰۶) (۱ القرآن الکریم ۳۳/ ۳۲) (۲ مرقاۃ المفاتیح کتاب الطب والرقی الفصل الثانی المکتبۃ الحبیبیہ کوئٹہ ۸/ ۳۲۶)

والاعتراض بان کل ذٰلک خلاف الظاھر فان تحققت الامر فانہ ادخل فی المقصود فما کانوا لیغفلوا عن ذٰلک فھل تراھم عدلوا الیہ الالدعاع ماالیہ عظیم ورأیتنی کتبت علی ھامش الاشعۃ عند ذکرانھا خصوصیۃ لحفصۃ مانصہ ھذا الجواب قدابدتہ من قبل ان اراہ اقول: ومع ذٰلک لقاء ان یقول ان نفس التشبیہ لیس بنص صریح فی الجواز بخلاف، لاتعلموھن، فانہ نص فی المنع، علی انھا واقعۃ عین لاعموم لھا بخلاف النھی، علی ان حدیث الشفاء ان تقدم فمنسوخ او تاخرفلانسلم الا تخصیص حفصۃ کمارخص النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لزبیر وعبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالٰی

عنهما فی لبس الحریر ولنا دبة سعد رضی اللہ تعالٰی عنهما فی النیاحة بعهد مانهی عن ذٰلک فلم یکن الاتخصیص بعض بالترخیص لانسخ الحکم علی الاطلاق، علی ان المقام مقام الحتیاط فیقدم الحاظر علی انه لوفرض عدم ورود نهی اصلالکان حال الزمان حاکما بالمنع وکم من حکم یختلف باختلاف الزمان الاتری ان النبی صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم اذن للنساء ان یخرجن الی المساجد وقد کن یخرجن علی عهد الرسالة بل امر فی العیدین باخراج العواتق وذوات الخدور کما فی الصحیحین۱؎ بل قال لاتمنعوا اماء اللہ مساجد اللہ، اخرجه احمد۲؎ ومسلم عن ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنهما ومع ذٰلک اذا فسد الزمان نص الائمة بالمنع وقالت ام المؤمنین رضی اللہ تعالٰی عنها لورای النبی صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم من النساء مارأینا لمنعهن المساجد کما منعت نساء بنی اسرائیل۳؎۔

اور یہ اعتراض کہ یہ سب باتیں خلاف ظاہر ہیں، اگر یہ امر ثابت ہو جائے تو س کا مقصود میں زیادہ دخل ہے کیونکہ وہ لوگ ایسے نہ تھے کہ ان باتوں سے بے خبر ہوں، کیا تم انہیں دیکھتے ہو کہ وہ کیوں اس طرح مڑ گئے مگر اس لئے کہ اس پر کوئی نہ کوئی بڑا داعی اور باعث ہے مجھ یاد ہے کہ میں نے اشعۃ اللمعات کے حاشیہ پر جو کچھ اس کی تصریح تھی لکھ دی اس ذکر کے ساتھ کہ کتابت سیدہ حفصہ کی خصوصیت ہے پس جواب دیکھنے سے پہلے ہی میں نے اس کا اظہار کر دیا تھا اقول: (میں کہتا ہوں) اس کے باوجود کوئی کہنے والا یہ کہہ دے کہ محض تشبیہ، جواز میں کوئی صریح نص نہیں بخلاف لاتعلموھن یعنی عورتوں کو کتابت نہ سکھاؤ۔ یہ ممانعت میں واضح نص ہے۔ علاوہ اس کے یہ ایک معین واقعہ ہے جس میں کوئی عموم نہیں بخلاف حدیث نہی کے۔ علاوہ ازیں حدیث شفاء اگر مقدم ہو تو منسوخ ہے اور اگر مؤخر ہو تو پھر ہم اسے تسلیم ہی نہیں کرتے مگر یہ کہ سیدہ حفصہ کی خصوصیت قرار دی جائے جیسا کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے حضرت زبیر اور حضرت عبدالرحمٰن ابن عوف رضی اللہ تعالٰی عنہ کو ریشم پہننے کی رخصت اور اجازت دی تھی۔ اور حضرت سعد رضی اللہ تعالٰی عنہ پر نوحہ اور رونے کی اجازت دی۔ اس کے بعد ان کاموں سے منع فرمادیا تا، تو پھر یہ رخصت دینے کی صورت میں بعض کی تخصیص ہوئی لہٰذا علی الاطلاق نسخ حکم نہیں علاوہ ازیں یہ مقام مقام احتیاط ہے لہٰذا مانع کو مقدم کیا جائے گا، اس کے علاوہ اگر یہ فرض کر لیا جائے کہ نہی بالکل وارد نہیں ہوئی تو پھر بھی حال زمانہ منع کے لئے حاکم، (یعنی حالات زمانہ میں ممانعت کے لئے کافی ہیں) بارہا اختلاف زمانہ سے حکم بدل جاتا ہے کیا تم نہیں دیکھتے کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے عورتوں کو مساجد میں جانے کی اجازت دی تھی اور وہ زمانہ رسالتمآب میں مساجد میں جایا کرتی تھیں بلہ عیدین (چھوٹی، بڑی عید) میں پردہ نشین خوادین کو بھی آپ نے عیدگاہ میں جانے کا حکم صادر فرمار کھا تھا جیسا کہ بخاری و مسلم کی روایات میں موجود ہے بلکہ آپ نے یہاں تک فرمایا کہ باندیوں کو اللہ تعالٰی کے گھروں (مساجد) میں جانے سے مت روکو۔ امام احمد اور امام مسلم نے حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے اس کی تخریج فرمائی۔ پس اس کے باوجود جو نہی حالت زمانہ خراب و فاسد ہوگئے تو ائمہ کرام نے صراحتاً عورتوں کو مسجدوں میں جانے سے روک دیا۔ ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا نے ارشاد فرمایا اگر آنحضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم عورتوں کے آج کے حالات دیکھتے جو کچھ ہم دیکھ رہے ہیں تو انہیں مسجدوں میں جانے سے روک دیتے جیسا کہ بنی اسرائیل کی عورتیں روک دی گئیں۔ (ت)

(۱؎ صحیح البخاری کتاب العیدین باب اذلم یکن لہا جلباب فی العید قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۳۴) ، (صحیح مسلم کتاب العیدین فصل فی اخراج العواتق وذوات الحدود قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۲۹۰) ، (۲؎ صحیح مسلم کتاب الصلوٰۃ باب

خروج النساء الی المساجد قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۸۳)، (مسند احمد بن حنبل عن ابن عمر المکتب الاسلامی بیروت ۲/ ۱۶ و ۱۵۱)، (۳؎ صحیح البخاری کتاب الاذان باب خروج النساء الی المساجد قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۲۰)، (صحیح مسلم کتاب الصلٰوۃ باب خروج النساء الی المساجد قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۸۳)

یہیں سے ظاہر ہوگیا کہ اگلے زمانے کی دوچار بیبیوں کے حال فعل سے استناد کا یہاں کوئی محل نہیں پہلے تو عموماً عورات کو حکم تھا کہ پنجگانہ مسجدوں میں حاضر ہوں، پردہ نشینیں اگرچہ حالت حیض میں ہوں کہ نماز پڑھ بھی نہیں سکتیں محض شرکت برکت دعا کے لئے عیدگاہوں کو ضرور جائیں۔ اب یہ احکام کیوں نہ رہے، حضرت ام المومنین حفصہ تو ام المومنین ہیں رضی اللہ تعالٰی عنہا آج حضرت فقیہہ فاطمہ سمرقندیہ بنت امام علاؤالدین رحمہما اللہ تعالٰی کے مثل کون سی بی بی ہے بلکہ بعد تلاش و تفحص صرف معدود نساء کی کتابت کا پتا چلنا ہی بتادیتا ہے کہ سلفاً خلفاً علماء وعامہ مومنین کا عمل اس کے ترک ہی پر رہاہے۔ مرد ہر زمانے میں لاکھوں کاتب ہوئے اور عورتیں تیرہ سو برس میں معدود۔ بُرظاہر کتابت ایک عظیم نافع چیز ہے اگر کتابتِ نساء میں حرج نہ ہوتا جمہور امت سلف سے آج تک اس کے ترک پر کیوں اتفاق کرتی، بالجملہ سبیل سلامت اسی میں ہے، لہٰذا ان اجلہ علماء کرام امام حافظ الحدیث ابوموسٰی وامام علامہ تورپشتی وامام ابن الاثیر جزری وعلامہ طیبّی وامام جلال الدین سیوطی وعلامہ طاہر فتنی و شیخ محقق مولنا عبدالحق محدّث دہلوی وغیرہم رحمۃ اللہ تعالٰی علیہم نے اسی طرف میل فرمایا، وہ ہر طرح ہم سے اعلم تھے اب جو اجازت کی طرف جائے یا حال زمانہ سے غافل ہے یا امت مرحومہ کی خیر خواہی سے عاطل۔

ومن لم یعرف اہل زمانہ فہو جاہل۱؎۔ نسأل اللہ العفووالعافیۃ ثم رأیت بعد ذٰلک کلام الشیخ ابن حجر فی الفتاوی الحدیثیۃ ذکر فیہ حدیث ام المؤمنین وحدیث ابن مسعود ایضا رضی اللہ تعالٰی عنہما وزاد فقال واخراج الترمذی الحکیم عن ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ انہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قال مر لقمان علٰی جاریۃ فی الکتاب فقال لمن یصقل ھذا السیف ای حتی یذبح بہ وحینئذ فیکون فیہ اشارۃ الی علۃ النھی عن الکتابۃ وھی ان المرأۃ اذا تعلمتھا توصلت بھا الٰی اغراض فاسدۃ وامکن توصل الفسقۃ الیھا علی وجہ اسرع وابلغ واخدع من توصلھم الیھا بدون ذٰلک، لان الانسان یبلغ بکتابتہ فی اغراضہ الی غیرہ مالم یبلغہ برسول ولان الکتابۃ اخفی من الرسول فکانت ابلغ فی الحیلۃ واسرع فی الخداع والمکر، فلاجل ذٰلک صارت المرأۃ بعد الکتابۃ کالسیف الصیقل الذی لایمرعلی شیئ الاقطعہ بسرعۃ فکذلک ھی بعد الکتابۃ تصیر لایطلب منہ شیئ الاکان فیھا قابلیۃ الی اجابتہ الیہ علی ابلغ وجہ اسرعہ ۱؎اھ۔

(جو اپنے زمانے والوں کے حالات سے آگاہ نہ ہو وہ جاہل اور نادان ہے۔ ہم اللہ تعالٰی سے معافی اور نادان ہے۔ ہم اللہ تعالٰی سے معافی اور عافیت کا سوال کرتے ہیں، پھر اس کے بعد میں نے شیخ ابن حجر کا فتاوی حدیثیہ میں کلام دیکھا جس میں انہوں نے ام المومنین کی روایت اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہما کی حدیث ذکر فرمائی اور کچھ اضافہ کرتے ہوئے فرمایا۔ت) یعنی نیز امام ترمذی الحکیم رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ لقمان نے ایک لڑکی کو دیکھا کہ مکتب میں سکھائی جارہی ہے فرمایا یہ تلوار کس کے لئے صیقل کی جاتی ہے۔ امام ابن حجر فرماتے ہیں اس حدیث میں علت نہی کتابت کی طرف اشارہ ہے کہ عورت لکھنا سیکھ کر خود بھی فاسد غرضوں کی طرف راہ پائے گی اور فاسقوں کو بھی اس تک رسائی کا بڑا موقع مل جائے گا جو لکھنا نہ جاننے کی حالت میں نہ ملتا کہ آدمی وہ بات لکھ سکتا ہے جو کسی کی زبانی نہ

کہلا بھیجے گا نیز خط ایلچی سے زیادہ پوشیدہ ہے تو اس میں حیلہ و مکر کی بہت جلد راہ ملے گی لہٰذا عورت لکھنا سیکھ کر صیقل کی ہوئی تلوار ہو جاتی ہے (وہ کسی چیز پر نہیں گزرتی مگر جلدی سے اسے کاٹ کر رکھ دیتی ہے پس عورت لکھائی سیکھنے کے بعد اسی طرح ہو جاتی ہے لہٰذا اس سے کسی چیز کا مطالبہ نہیں کیا جاتا کہ وہ بڑی جلدی میں بروجہ بلیغ اس دعوے و مطالبے کے قبول کرنے پر آمادہ ہو جاتی ہے اھ۔ (ت) (ا ردالمحتار کتاب الایمان داراحیاء التراث العربی بیروت ۳/ ۵۹). (ا الفتاوی الحدیثیہ مطلب یکرہ تعلیم النساء الکتابۃ المطبعۃ الجمالیۃ مصر ص ۶۳)

ہندی مثل نے بھی اسی مضمون کی طرف اشارہ کیا ''اے بوری کوئی دیت ہے متوازن ہتھیار''۔

وھذا کما تری کلام متین مبین، اعلاہ مورق واسفلہ مغدق وقول سیدنا لقمان الذی جاء فی الحدیث ان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم رواہ سیف بالیقین والقطع لیس بعدہ لعنق الشبھۃ الا الجزّوالقطع اما ماذکرالشیخ بعدہ جوابا عن حدیث الشفاء بقولہ، قلت لیس فیہ دلالۃ علی طلب تعلیمھن الکتابۃ وانما فیہ دلیل علی جوازہ الکتابۃ ونحن نقول بہ وانما غایۃ ان النھی عنہ تنزیھا لما تقرر فی المفاسد المرتبۃ علیھاھ فاقول؛ مبنی علی مذھبہ فان الامام الشافعی رضی اللہ تعالٰی عنہ لایقول بسد الذرائع فلایکون حجۃ علینا لاسیما مع مانرٰی عن فساد الزمان وماتصم بسماعہ الآذان ولاحول ولاقوۃ الاباللہ العلی العظیم۔ نسأل اللہ العفووالعافیۃ، واللہ تعالٰی اعلم۔

جیسا کہ تم دیکھتے ہو کہ یہ کلام نہایت پختہ اور واضح ہے جس کا اوپر والا حصہ ہرے بھرے خوبصورت پتوں والا ہے (اعلاہ مورق) اور نچلا حصہ جائے سیرابی ہے (اسفلہ مغدق) اور ہمارے آقا لقمان حکیم کا ارشاد ہے جو حدیث پاک میں وارد ہوا کہ جس کو آنحضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے روایت فرمایا وہ عورت یقینی اور حتمی طور پر تلوار ہے کہ جس کے بعد گردن کٹنے اور الگ ہونے کے علاوہ کوئی گنجائش نہیں، رہی یہ بات کہ شیخ نے حدیث شفاء کا جواب اپنے اس قول سے ذکر فرمایا۔ میں کہتا ہوں کہ عورتوں کی تعلیم کتابت کے مطالبے پر حدیث پاک میں کوئی دلالت نہیں بلکہ اس میں دلیل جواز ہے اور ہم اسی کے قائل ہیں، منکر نہیں، البتہ انتہائی بات یہ ہے کہ اس میں نہی تنزیہہ ہے اس لئے کہ اس پر بہت سے مفاسد کا ترتّب ثابت ہو چکا ہے اھ میں کہتا ہوں (صاحب فتاوٰی) کہ یہ ان کے مذہب پر مبنی ہے اس لئے کہ امام شافعی رضی اللہ تعالٰی عنہ ذرائع کی روک تھام کے قائل نہیں لہٰذا یہ ہمارے خلاف حجت (دلیل) نہیں خصوصاً جبکہ ہم فسادِ زمانہ بھی دیکھ رہے ہیں اور وہ خطرناک حالات کہ جن کی سماعت سے کان بہرے ہوں۔ پس گناہوں سے محفوظ رہنے اور نیکی کرنے کی (کسی میں) ہمت و قوت نہیں سوائے خدائے عظیم و کبیر کے فضل و کرم کے۔ اللہ تعالٰی سے ہم مغفرت و عافیت چاہتے ہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

جلد ۲۳، صفحہ ۶۸۷-۶۹۰

مسئلہ ۳۲۳: مسئولہ نجف خاں طالب علم مدرسہ ۲۸ ربیع الاول ۱۳۳۲ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ مسلمان بچیوں کو ضروری دینی تعلیم قرآن مجید کا ترجمہ، مسئلہ مسائل کی کتابیں اور بقدر حاجت حساب واصول حفظان صحت جس سے ان کو اپنے بچوں کی داشت ونگہداشت میں مدد ملے پردہ کی سخت نگرانی کے ساتھ مسلمان دیندار پابند صوم وصلوٰۃ معلّمہ کے ذریعہ سے پڑھانا شرعاً جائز ہے یا نہیں؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب: عقائد اہلسنت ومسائل اہلسنت کی کتابیں پڑھائی جائیں، عقائد ومسائل ضروریہ کی تعلیم فرض ہے، حساب وغیرہ بعض مفید باتیں بھی سکھانے میں حرج نہیں، اصول حفظان صحت جہاں تک مسائل اسلامیہ کے خلاف نہ ہوں ان کی تعلیم میں مضائقہ نہیں، اور جو مخالف ہیں جیسے بیماری اڑ کر لگنے کے وسوسے، ان کی تعلیم جائز نہیں، تدبیر منزل بروجہ مطابق شرعی وحقوق شوہر واولاد ومذمت کذب وغیبت وضرورت پردہ وحجاب کی بھی تعلیم ہو، مگر عورتوں کو لکھنا سکھانا منع ہے اس سے فتنہ کا چوردروازہ کھلتاہے، واللہ تعالیٰ اعلم۔

جلد ۲۳، صفحہ ۶۹۰-۶۹۳

مسئلہ ۳۲۸: از کراچی بندرشاپ کیپر صدر بازار بردکان سیٹھ حاجی نور محمد عبدالقادر مسئولہ عبداللہ حاجی روز چہار شنبہ بتاریخ ۸ محرم ۱۳۳۴ھ

کیافرماتے ہیں علمائے دین مبین ومفتیان شرع متین کہ یہاں ایک مدرسہ مسلمان لڑکیوں کے لئے کھولاگیاہے جس میں اس مدرسہ کی معلّمہ مروجہ تعلیم جو فی زمانہ اسکولوں میں لڑکوں کو دی جاتی ہے بعینہٖ وہ ہی تعلیم لڑکیوں کو دی جاتی ہے یعنی لکھانا وپڑھانا اور حساب ونظمیں یاد کراتی اور سکھاتی ہے، یہ فعل فی زمانہ لڑکیوں کے لئے روااور جائز ہے یا ممنوع اور ناجائز ہے؟ علاوہ اس کے لڑکیاں بارہ چودہ سال کی بے پردہ آیا کرتی ہیں اور اس مدرسہ کے خادم نوجوان لڑکے ہیں ان کے سامنے اور وقت امتحان کے غیر مردوں کے آگے الحان سے نظمیں پڑھتی ہیں، کیا یہ فعل شرعاً حرام ہے یا نہیں؟ اور لڑکی مشتہاۃ ہونے کے لئے شرعاً کتنی عمر ہونی چاہئے اور ایسے مدرسہ کی تائید کرنے والوں اور ان کے والدین کے لئے جو اپنی لڑکیاں ایسے مدرسہ میں بھیجا کرتے ہیں اور تعلیم مروجہ دلاتے ہیں شرعاً کیا حکم ہے؟ فقط

الجواب: لڑکیوں کا غیر مردوں کے سامنے خوش الحانی سے نظم پڑھنا حرام ہے، اور اجنبی نوجوان لڑکوں کے سامنے بے پردہ رہنا بھی حرام، اور لڑکیوں کو لکھنا سکھانا مکروہ، یونہیں عاشقانہ نظمیں پڑھانا ممنوع، اور ایسے مدرسہ کو مدد دینی شیطان کو اس کے مقاصد میں مدد دینی ہے، اور جو اپنی لڑکیوں کو ایسی جگہ بھیجتے ہیں بے حیا بے غیرت ہیں ان پر اطلاق دیّوث ہوسکتاہے، نوبرس کی عمر کی لڑکی مشتہاۃ ہوتی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۳۳۳: مسؤلہ سیٹھ حاجی اتّو صاحب از پور بندر کاٹھیاواڑ شنبہ ۶ رمضان شریف ۱۳۳۴ھ

کیافرماتے ہیں علماء اس مسئلہ میں کہ گجراتی زبان لڑکیوں کو غیر مذہب والی عورتوں سے سیکھوانا یعنی پڑھوانا اور نیز لکھنے کی تعلیم دلوانا جیسے ہندوانی وآریہ مذہب والی عورتوں سے قبل واقفیت ضروری علم دینی کے جائز ہے یا نہیں یعنی اپنے دین حقہ کے مسائل اور دیگر مسائل روزمرہ مثل نماز وروزہ وغیرہ کے پہلے اور نیز اردو کی دنیوی کتابیں پڑھوانے کے واسطے کیا حکم ہے یعنی ہم لوگوں نے مدرسہ قائم کیا ہے اس مدرسہ میں عربی اردو گجراتی علم پڑھایا جاتا ہے، اب ہم علمائے دین سے دریافت کرنا چاہتے ہیں کہ گجراتی علم درست ہو تو ہندو عورتوں سے پڑھوانا جائز ہے یا نہیں؟ اور لڑکیوں کو لکھنا اور پڑھانا سکھانا جائز ہے یا نہیں؟ اور یہی علوم مسلمان عورتوں سے سیکھنا درست ہے یا نہیں؟ فقط

الجواب: عورتوں لڑکیوں کو لکھنا سکھانا منع ہے۔ حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں: لاتعلموھن الکتابۃ۲۔ (عورتوں کو لکھنا نہ سکھاؤ) (۲؎ الکامل لابن عدی ترجمہ جعفر بن نصر دارالفکر بیروت ۲/ ۵۷۵)

اس میں فتنہ کا دروازہ کھولنا ہے، اور اللہ عزوجل فرماتا ہے: والفتنۃ اشد من القتل۱۔ فتنہ قتل سے بھی سخت ہے۔ (۱؎ القرآن الکریم ۲/ ۱۹۱)

حضرت لقمان علی الانبیاء الکرام وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک لڑکی مکتب میں ایسی تعلیم ہوتے ہوئے دیکھی، فرمایا: لمن یصقل ھٰذا السیف۲۔ یہ تلوار کس کے لئے صیقل کی جارہی ہے۔ (۲؎ الفتاوی الحدیثیۃ مطلب یکرہ تعلیم النساء المطبعۃ الجمالیۃ مصر ص ۶۳)

یہ انہوں نے اپنے زمانے کی نسبت فرمایا اب تو جیسے فتنہ کا زمانہ ہے ظاہر اس لئے درمختار وغیرہ میں فرمایا: من لم یعرف اھل زمانہ فھو جاھل۳۔ جو کوئی اپنے زمانے کے لوگوں کے حالات سے ناواقف ہے وہ نادان ہے (ت) (۳؎ درمختار کتاب الصلوٰۃ باب الوتر والنوافل مطبع مجتبائی دہلی ۱/ ۹۹)

غیر مذہب والیوں کی صحبت آگ ہے ذی علم عاقل بالغ مردوں کے مذہب اس میں بگڑ گئے ہیں، عمران بن حطان رقاشی کا قصہ مشہور ہے یہ تابعین کے زمانہ میں ایک بڑا محدث تھا خارجی مذہب کی عورت کی صحبت میں معاذاللہ خود خارجی ہوگیا اور یہ دعوی کیا تھا کہ اسے سنّی کرنا چاہتا ہے، جب صحبت کی یہ حالت تو استاد بنانا کس درجہ بدتر ہے کہ استاد کا اثر بہت عظیم اور نہایت جلد ہوتا ہے، اور پھر کمسن لڑکیاں کچی لکڑی جدھر کو پھیری گئی پھر جائیں گی، تو غیر مذہب عورت کی سپردگی یا شاگردی میں اپنے بچوں کو وہی دے گا جو آپ دین سے واسطہ نہیں رکھتا اور اپنے بچوں کے بددین ہوجانے کی پرواہ نہیں رکھتا، شریعت کا تو یہ حکم ہے کہ کافرہ عورت سے مسلمان عورت کو ایسا پردہ واجب ہے جیسا انہیں مرد سے، یعنی سر کے بالوں کا کوئی حصہ یا بازو یا کلائی یا گلے سے پاؤں کے گٹوں کے نیچے تک جسم کا کوئی حصہ مسلمان عورت کا کافرہ عورت کے ساتھ کھلا ہونا جائز نہیں۔

درمختار وتنویر الابصار میں ہے: والذمیۃ کالرجل الاجنبی فی الاصح فلاتنظر الی بدن المسلمۃ۴۔ ذمیہ زیادہ صحیح قول میں غیر محرم مرد کی طرح ہے لہٰذا وہ کسی مسلمان عورت کے جسم کو نہ دیکھے (ت) (۴؎ درمختار شرح تنویر الابصار کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی النظر والمس مطبع مجتبائی دہلی ۲/ ۲۴۲)

یہ حکم اس کافرہ کی نسبت فرمایا جو سلطنت اسلام میں مطیع الاسلام ہو کر رہتی ہے پھر اس کا کیا ذکر جو مطیع الاسلام بھی نہیں، اہلسنت وجماعت کے عقیدے اور طہارت ونماز وروزہ کے مسئلے سیکھنا سب پر فرض ہے اور ان کی معتبر کتابیں جیسے عقائد میں مختصر رسالہ عرفان ایمان وغیرہ (نہ وہ کتابیں کہ بے دینوں یا بدمذہبوں نے لکھیں جیسے بہشتی زیور وغیرہ کہ ایسی کتابیں پڑھنا پڑھانا حرام ہے) غرض سنی عالم کی اردو تصنیف صحیح العقیدہ نیک خصلت سے پڑھوانا ضروری ہے ان ضروریات اور قرآن عظیم پڑھنے کے بعد پھر اگر اردو یا گجراتی کی دنیوی کتاب جس میں کوئی بات نہ دین کے خلاف ہو نہ بے شرمی کی، نہ اخلاق وعادات پر برا اثر ڈالنے کی، اور پڑھانے والی عورت سنی مسلمان پارسا حیادار ہو تو کوئی حرج نہیں، واللہ تعالیٰ اعلم۔